خلاصہ: مالی استحکام اور خطرے کی جانچ

اس سیکشن میں دستیاب اعداد و شمار اور ملکی مالی شعبے کے مختلف اجزا کے بارے میں معلومات کی بنیاد پر وسیع تر معاشی ماحول کے تناظر میں 2009ء کے پورے سال اور 2010ء کی پہلی ششماہی کے لیے مالی استحکام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مالی شعبے میں اس وقت موجود خطرے کے ان اہم عناصر اور کمزوریوں کو سامنے لایا جائے جو مستقبل میں مالی استحکام کے لیے ممکنہ مضمرات رکھتے ہیں۔

2010ء کے خاتمے کے قریب 2007ء میں شروع ہونے والے عالمی مالی بحران کی بازگشت یوروزون کے مختلف علاقوں میں اب تک محسوس کی جارہی ہے، حال ہی میں یونان، پرتگال اور آئر لینڈ میں ریاستی قرضہ بحران کی شکل میں۔ پاکستان جیسی ابھرتی ہوئی معیشتیں عالمی اقتصادی نظام سے زیادہ مربوط نہ ہونے اور اس بنا پر وبائی اثر کے ذمہ دار زہریلے اثاثوں سے دوری کی وجہ سے عالمی معاشی بحران کے براہ راست اثر سے زیادہ تر محفوظ رہیں۔ تاہم جب مالی بحران ترقی یافتہ معیشتوں میں کساد بازاری کی زد میں آیا تو یہ معیشتیں بھی تجارتی روابط اور سرمائے کی آمد میں تعطل کی بنا پر بالواسطہ طور پر متاثر ہوئیں۔ عالمی معاشی بحالی کا عمل جو توقع سے پہلے شروع ہو گیا تھا اب مدھم پڑنے لگا ہے اور ابھرتی ہوئی معیشتوں میں نمو کے امکانات کے سہارے آگے بڑھ رہا ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ بھاری مالی امدادی پروگراموں سے تحریک پانے والی توسیعی مالیاتی پالیسیاں اور عالمی مالی بحران کے دوران بیمار معیشتوں کو ضروری مہمیز فراہم کرنے کی ضرورت نے وہ صورتحال پیدا کر دی جس میں اہم ترقی یافتہ معیشتوں کی مالیاتی پوزیشن ڈرامائی طور پر بگڑنے لگی اور اس سطح تک پہنچ گئی جو دوسری جنگ عظیم کے بعد اب تک نہیں دیکھی گئی تھی۔ خرابی اس درجے تک پہنچ گئی (حکومتی قرضے اور جی ڈی پی کا تناسب بعض صورتوں میں 100 فیصد سے تجاوز کر گیا) کہ بے حد پریشانی کے عالم میں سخت گیری کے اقدامات کیے جارہے ہیں تاکہ بجٹ خسارے پائیدار سطح تک لائے جاسکیں۔ یہ اقدامات اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر کیے جارہے ہیں کہ ان خساروں کی مالکاری کے لیے سرکاری قرض کی بلند سطح سے ان معیشتوں کے منفی دھچکوں کی زد میں آنے کا امکان بڑھ جاتا ہے، ان کی طویل مدتی نمو کی استعداد گھٹ جاتی ہے اور زری استحکام کے امکانات خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔

دوسری طرف پاکستان عالمی مالی بحران سے پہلے ہی بڑھتے ہوئے مالیاتی خسارے اور سرکاری قرضے کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا۔ محاصل لانے کے عمل میں ساختی کمزوریوں، سرکاری اخراجات کے نیچے نہ آنے اور دہشت گردی کی کارروائیوں سے نمٹنے کے لیے بھاری رقوم کی ضرورت کی بنا پر مالیاتی خسارہ مس10ء میں جی ڈی پی کے 6.3 فیصد تک پہنچ گیا جبکہ مس09ء میں 5.3 فیصد تھا۔ نیم مالیاتی کارروائیوں (جن میں سرکاری شعبے کی ایجنسیوں کو قرضہ اور حکومت کی اجناسی کارروائیوں کی مالکاری شامل ہے) میں توسیع اور اس کے ہمراہ کمزور انتظام نقد کے نظام نے مالیاتی بوجھ میں اضافہ کر دیا جو زیادہ سے زیادہ مالی نظام سے پورا کیا جارہا ہے۔

مالیاتی استحکام کی جانچ

موجودہ حالات میں مالی استحکام کو جانچنے کی کوشش ایک طرح کے معمے سے کم نہیں۔ مالی نظام کا استحکام زیادہ تر بینکاری نظام کے غلبے پر منحصر ہے کیونکہ مالی نظام کے دیگر اجزا قدرے آہستگی سے نمو پارہے ہیں۔ جون 2010ء کے آخر تک ملکی مالی نظام کا حجم بڑھ کر 92 ارب روپے ہو گیا اور اس طرح 2008ء کے آخر کے مقابلے میں 20 فیصد نمو ہوئی (جدول 1)۔

معیشت کی مالکاری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بینکاری نظام پر اتنے زیادہ انحصار کی بنا پر بینکاری نظام کے وسائل کے لیے حکومت کی نہ ختم ہونے والی ضرورت مندرجہ ذیل امور میں خطرے کا سبب بنتی ہے: (1) پاکستان میں مالی نظام کا بنیادی مقصد حاصل کرنا یعنی مالی شعبے کی ترقی اور نفوذ، اور (2) نجی شعبے کی مالکاری کی ضرورت کو پورا کرنا۔ اس طرح طویل مدت نمو اور سرمایہ کاری کے امکانات مخدوش ہو جاتے ہیں۔ یہ دونوں عوامل زری اور مالی استحکام کے لیے سنگین مضمرات رکھتے ہیں۔

پاکستان میں تاریخی اعتبار سے حکومت بجٹ خسارہ پورا کرنے کے لیے مرکزی بینک سے قرض گیری پر انحصار کرتی رہی ہے جس کی بنا پر زری انتظام کے حوالے سے بھی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مرکزی بینک سے قرض گیری کرنسی چھاپنے کے مترادف ہے جس سے براہ راست گرانی کے دباؤ میں اضافہ ہوتا ہے اور زیر گردش کرنسی بڑھ جاتی ہے۔ مالیاتی بجٹ کی اس طرح تسکیک سے زری پالیسی کا موقف کمزور ہو جاتا ہے جیسا کہ پاکستان کے معاملے میں ہوا ہے جہاں بینک دولت پاکستان سے قرض گیری پر مسلسل انحصار کی بنا پر گرانی کو قابو کرنے میں زری سختی کا اثر جزواً ہی کامیاب رہا ہے۔ اس طرح کی مالکاری سے زری استحکام مخدوش ہو جاتا

ہے۔ تجرباتی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلسل بلند گرانی کا معاشی نمو کے ساتھ منفی ربط ہے۔ بینکاری نظام میں غیر ادا شدہ قرضوں میں اضافے کی وجوہات کے بارے میں ایک تحقیق سے، جو مالی استحکام کا جائزہ 09-2008ء کے لیے کی گئی، پتہ چلتا کہ معیشت کی گردشوں کا غیر ادا شدہ قرضوں سے، جو بینکاری شعبے میں قرضوں کے معیار کا اہم اظہاریہ ہے، معکوس ربط ہے۔ کساد بازاری کے زمانے میں بڑھتے ہوئے غیر ادا شدہ قرضے، جیسا کہ 2008ء اور 2009ء میں دیکھا گیا، بینکوں کی مالی صحت اور اس کے نتیجے میں مالی استحکام پر مضر اثرات مرتب کرتے ہیں۔

جدول 1: مالی شعبے کے اثاثوں کی ہیئت ترکیبی

	2002ء	2003ء	2004ء	2005ء	2006ء	2007ء	2008ء ن	2009ء	2010ء ش1
اثاثے (ارب روپے)	3417.7	3943.7	4518.3	5201.5	5957.5	7115.2	7710.6	8866.2	9266.1
شرح نمو (فیصد)	12.3	15.4	14.6	15.1	14.5	19.4	8.4	15.0	12.0*
بطور فیصد مجموعی اثاثہ جات									
خرد مالکاری ادارے	0.1	0.1	0.1	0.2	0.2	0.2	0.2	0.2	0.2
غیر بینک مالی ادارے	6.2	6.6	7.0	7.6	7.8	8.0	7.6	5.3	5.1
بیمہ	3.8	3.8	3.8	3.9	4.1	4.6	4.4	4.4	4.4
سی ڈی این ایس	24.9	25.0	21.7	18.0	16.1	14.6	14.8	16.6	17.1
بینک	65.0	64.5	67.3	70.4	71.9	72.7	73.0	73.5	73.2
بطور فیصد جی ڈی پی									
خرد مالکاری ادارے	0.1	0.1	0.1	0.1	0.1	0.1	0.1	0.1	0.1
غیر بینک مالی ادارے	4.6	4.9	5.2	5.6	5.7	5.9	5.0	3.4	3.2
بیمہ	2.8	2.9	2.8	2.9	3.0	3.4	2.9	2.8	2.8
سی ڈی این ایس	18.2	18.8	16.1	13.3	11.7	10.8	9.8	10.8	10.8
بینک	47.7	48.3	50.1	51.8	52.4	53.9	48.1	47.6	46.2
مجموعی	73.3	75.0	74.4	73.7	72.9	74.1	66.0	64.7	63.2

ن = نظرثانی شدہ، سال بسال

مرکزی بینک سے قرض گیری کے زری اور مالی استحکام پر منفی اثرات اور آئی ایم ایف ایس بی اے کی جانب سے اس قسم کی قرض گیری کی تحدید کی شرائط کے پیش نظر، جن کے تحت مرکزی بینک سے خالص سہ ماہی قرض گیری صفر ہونی چاہیے، حکومت ٹی بلز اور پی آئی بیز کی نیلامیوں اور اجناسی کارروائیوں کے لیے قرض گیری، نیز پی ایس ایز کی جانب سے نیم مالیاتی قرض گیری کی شکل میں کمرشل بینکوں سے اپنی مالکاری کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس قسم کی قرض گیری میں بینکوں کے لیے یہ ترغیب پنہاں ہے کہ وہ پرخطر کاروبار میں شامل ہوں جہاں منافع آوری قائم رکھی یا حکومتی تمسکات میں سرمایہ کاری کر کے بڑھائی جا سکے۔ یہ بات خصوصاً ان بینکوں کے حوالے سے درست ہے جو پچھلے دو برسوں میں غیر فعال قرضوں کے بڑھتے ہوئے اسٹاک کے پیش نظر اپنے خاکہ خطر کو مستحکم بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

چونکہ حکومت زیادہ وفادار کلائنٹ ہوتی ہے اس لیے بینکوں کا حکومت اور سرکاری شعبے کو زیادہ قرض دینے کا رویہ معیشت کی پیداواری سرگرمیوں میں رکاوٹ ڈالتا ہے علی الخصوص تدریجی معاشی بحالی کے دور میں۔ اس سے جس حد تک قرضوں کی طلب ہوتی ہے اس حد تک نجی شعبے کے لیے قرضوں کی گنجائش کم ہو جاتی ہے جس کے معاشی نمو پر طویل مدتی اثرات پڑتے ہیں اور بینکوں کا اثاثہ جاتی معیار اور اس کے نتیجے میں مالی استحکام متاثر ہوتا ہے۔

محولہ بالا معمے کا سبب یہ ہے کہ بظاہر مالی نظام کا استحکام 2009ء میں اور 2010ء کی پہلی ششماہی میں بہتر ہوا ہے، محض اس بنا پر کہ بینکوں کی توجہ پرخطر نجی شعبے سے حکومتی تمسکات میں سرمایہ کاری، سرکاری شعبے کی ایجنسیوں کو قرض گاری اور نیم مالیاتی مالکاری کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ توجہ کی اس منتقلی کا کم خطرہ بہ وزن اثاثوں کی نمو کی وجہ سے بینکوں کی شرح کفایت سرمایہ پر سازگار اثر پڑا ہے۔ تاہم توجہ کی یہی منتقلی اور بینکوں کی قابل قرض رقوم کا اختصاص ہی ہے جو مالی عدم استحکام کی درپردہ ممکنہ وجہ ہے۔ واجب الادا قرضوں میں سرکاری شعبے کا حصہ دسمبر 2003ء میں 9.4 فیصد سے بڑھ کر جون 2010ء میں 18.4 فیصد ہو گیا جبکہ اسی عرصے میں نجی شعبے کا حصہ 90.6 فیصد سے گھٹ کر 81.6 فیصد رہ گیا۔ اگر اس رجحان کو بدلا نہ گیا تو ممکنہ عدم استحکام کی ایک وجہ بن سکتا ہے۔

آئندہ ایم آر ٹی بیز کا موجودہ اسٹاک جو 1347.2 ارب روپے ہے[1]، آئی ایم ایف ایس بی اے پر مسلسل انحصار اور ایس بی پی ترمیمی بل 2010ء کے متوقع اجرا[2] کی

1 12 نومبر 2010ء کو۔

2 ان ترامیم کے تحت حکومت پر لازم ہوگا کہ وہ اسٹیٹ بینک سے اپنا واجب الادا قرض کم کر کے محاصل کے 10 فیصد تک لائے۔ حکومت کو یہ واجب الادا قرض (جو فی الحال محاصل کا 65 فیصد ہے) قانون کے مؤثر ہونے کے دن سے شروع کر کے 5 سال کی مہلت دی گئی ہے۔

بنا پر 2011ء میں اور اس کے بعد کمرشل بینکوں پر حکومت کا انحصار مزید بڑھے گا۔ مذکورہ بل میں اسٹیٹ بینک پر پابندی لگائی گئی ہے کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں یا کسی اور سرکاری ایجنسی یا ریاست کے ملکیتی ادارے کو بلاواسطہ یا بالواسطہ قرضہ نہ دے ماسوائے سیالیت امروز کے قرضوں کے، تاکہ نظام ادائیگی ہموار انداز میں چلتا رہے۔ علاوہ ازیں بڑھتی ہوئی گرانی کے دور میں زری سختی پر زور دینے سے بینکوں کے غیر ادا شدہ قرضوں پر مضر اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔[3]

خلاصہ

بینکاری نظام

مجموعی طور پر 2009ء میں بینکوں کی مالی کیفیت معیشت کے مختلف منفی حالات کے حوالے سے لچک کی عکاسی کرتی ہے، جیسا کہ چوتھے باب میں مفصل بیان ہوا ہے۔

بینکوں کی امانتیں، جو بینکاری نظام میں رقوم کی مسلسل آمد کا ذریعہ ہیں اور جن کی بنا پر قرض پر کم انحصار ہوتا ہے، مالی استحکام برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ 2009ء میں امانتوں میں 13.5 فیصد اور 2010ء کی پہلی ششماہی میں 8.2 فیصد اضافہ ہوا۔ اس طرح جون 2010ء کے آخر تک بینکاری نظام کی کل امانتیں 51 کھرب روپے ہوگئیں۔ یہ صورتحال مالی استحکام کے لیے اچھا شگون ہے خصوصاً 2008ء میں امانتوں کی نمو میں سست رفتاری کے پیش نظر۔ امانتوں کی نمو زیادہ تر ترسیلات زر کی آمد میں 23.9 فیصد اضافے (امریکی ڈالر میں)، بتدریج معاشی بحالی اور حکومتی قرض گیری نمایاں طور پر بڑھنے کی وجہ سے ہوئی جس کا ایک حصہ امانتوں کی شکل میں دوبارہ بینکاری نظام میں چلا جاتا ہے۔ امانتوں کی بھرپور نمو قومی بچت اسکیموں سے، جو عموماً بینکوں کی امانتوں سے زیادہ منافع دیتی ہیں، مسابقت کے حوالے سے بینکوں کی لچک کی نشاندہی کرتی ہے۔ قومی بچت اسکیموں کی شرحوں پر حکومت نے اکتوبر 2010ء میں نظر ثانی کی تھی تاکہ مالکاری کے غیر بینک ذرائع استعمال کیے جاسکیں اور سہ ماہی بنیادوں پر مرکزی بینک سے قرض گیری کو محدود کیا جاسکے (تفصیلی بحث تیسرے باب میں ہے)۔

اثاثہ جات کے حوالے سے حکومت کو بینکوں کا انکشاف 2009ء میں نمایاں طور پر بڑھ گیا بالخصوص بجلی کے شعبے میں ارتکاز ہوا۔ اس کا سبب گردشی قرضے کا مسئلہ، پی ایس ایز کو قرض گاری میں مسلسل اضافہ اور بالعموم اجناسی مالکاری تھی۔ اجناسی مالکاری کے شعبے پھر گردشی قرضے کا مسئلہ پیدا ہونے کا خطرہ، جس پر مالی استحکام کا جائزہ 09-2008ء کے خطرے کی جانچ میں روشنی ڈالی گئی، اتنا سنگین نہیں ہوا جتنا بجلی کے شعبے میں ہوا ہے۔ تاہم تشویش اس وقت پیدا ہوتی ہے جب حکومت از خود ختم ہونے والے ان قرضوں کو واپس کرنے کی بجائے اجناس کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی سے رول اوور کرا لیتی ہے۔ اب بینک یہ کر رہے ہیں کہ ان قرضوں میں پھنسی ہوئی سیالیت کی لاگت کو حکومت کو دیے جانے والے قرضوں کے مجموعی ڈھانچے میں ہی وصول کر لیتے ہیں جس کی بنا پر نرخوں میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اور حکومت سے قدرے پُرخطر نجی شعبے کے مقابلے میں زیادہ چارج کیا جا رہا ہے۔ اجناسی کارروائیوں کے لیے قرضوں کی قیمت سہ ماہی کائبور+275-100 بی پی ایس پریمیم کی بنیاد پر متعین ہوتی ہے جو زیر جائزہ مدت کی ٹی بل قطع شرح سے زیادہ ہے (تفصیلی جائزے کے لیے دوسرا باب دیکھئے)۔

2009ء میں خطرے کی یکجائی کے پیش نظر بینکوں نے اپنی قابل قرض رقوم حکومتی تمسکات میں لگائیں اور ٹی بل اور پی آئی بی نیلامیوں میں سرگرمی سے شرکت کی۔ نتیجتاً بینکاری شعبے کے اثاثہ جات کی ہیئت ترکیبی میں نمایاں تبدیلیاں آئیں اور مجموعی اثاثوں میں سرمایہ کاریوں کا حصہ بڑھا جبکہ قرضوں میں صرف 2.1 فیصد اضافہ ہوا۔ بینکوں کے اثاثوں کی یہ مخصوص ہیئت ترکیبی 2010ء کی پہلی ششماہی میں بھی جاری رہی۔

جیسا کہ مالی استحکام کا جائزہ 09-2008ء میں کہا گیا چند بڑے قرض گیروں میں قرضے کے ارتکاز پر بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس سے نظمی خطرہ جنم لے سکتا ہے۔ ٹیکسٹائل کے شعبے میں بینکوں کے قرضے کا ارتکاز فطری طور پر زیادہ یعنی مجموعی قرضوں میں تقریباً 20 فیصد ہے کیونکہ معیشت میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ تشویش کا ایک سبب یہ ہے کہ ٹیکسٹائل کے شعبے میں انفیکشن کا تناسب دیگر شعبوں سے قدرے زیادہ ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر کپاس کی قیمتوں کے بڑھتے ہوئے موجودہ رجحان کے پیش نظر ٹیکسٹائل کے شعبے میں بہتری کی علامات نظر آنے لگی ہیں۔ توقع ہے کہ م س 11ء میں اس کی کارکردگی بہت اچھی رہے گی اور قرضوں کی واپسی کی استعداد بھی ساتھ ہی بہتر ہوگی۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا بجلی کے شعبے میں، قرضوں کا مرتکز ہونا شعبہ جاتی ارتکاز کی ایک اور علامت ہے۔ آخر جون 2010ء میں مجموعی قرضوں میں 9.5 فیصد بجلی کے شعبے کو دیے گئے تھے۔ سست معاشی نمو کے ادوار میں بینک بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے شعبوں کو قرضے فراہم کرنے کو ترجیح دیتے ہیں اور ان شعبوں کے اندر مضبوط کارپوریٹ کلائنٹس کو فوقیت دی جاتی ہے۔ اس رویے کی بنا پر انکشاف کا ارتکاز پیدا ہوتا ہے۔

3 غیر ادا شدہ قرضوں کی نمو کے اسباب میں بڑھتے ہوئے پالیسی ریٹ کے اثر کو جانچنے کے لیے مالی استحکام کا جائزہ 08-2007ء میں ایک میکرو اسٹریس ٹیسٹنگ کی گئی جس سے پتہ چلا کہ حقیقی شرح سود میں 100 بی پی ایس اضافے سے غیر ادا شدہ قرضوں اور مجموعی قرضوں کا تناسب 35 بی پی ایس بڑھ جائے گا۔

صرف 2008ء کے دوران غیر ادا شدہ قرضوں کے اسٹاک میں (1997ء سے اب تک) سب سے بڑے اضافے کے بعد قرضوں کے معیار میں بگاڑ کی رفتار 2009ء میں خاصی کم ہوگئی۔ چنانچہ 2009ء کے آخر تک غیر ادا شدہ قرضے 24.2 فیصد بڑھ کر 432 ارب روپے ہوگئے اور آخر جون 2010ء تک مزید 6.4 فیصد بڑھ کر 460 ارب روپے ہوگئے۔

غیر ادا شدہ قرضوں کے معاشی سرگرمیوں سے اس مضبوط ربط کے پیش نظر 2008ء سے غیر ادا شدہ قرضوں میں اضافے کا بڑا حصہ بنیادی طور پر گردشی نوعیت کا تھا، کیونکہ حقیقی جی ڈی پی نمو میں سست رفتاری آئی، جس کے آمدنی پر اور اس کے نتیجے میں اوسط قرض گیری کی دوبارہ ادائیگی کی صلاحیت پر منفی اثرات پڑے۔ اسی لحاظ سے معاشی بحالی کے تدریجی عمل نے 2009ء میں غیر ادا شدہ قرضوں کی رفتار کم کرنے میں کردار ادا کیا۔ تاہم رفتار میں اس کمی کا بڑا سبب بینکوں کا خطرے سے گریز کا رجحان ہے۔

غیر ادا شدہ قرضوں کو مختلف زمروں میں بانٹنے سے اس مشاہدے کی توثیق ہوتی ہے، کیونکہ 2008ء کے برخلاف جب ابتدائی زمرے (جن میں جزوی تموین درکار تھی) غیر ادا شدہ قرضوں کی نمو میں 62.4 فیصد اضافے کا باعث بنے، 2009ء میں ان کا حصہ کم ہوکر 4.7- فیصد رہ گیا جو ان زمروں میں غیر ادا شدہ قرضوں میں منفی نمو کا اظہار کرتا ہے۔ اس سے قطع نظر 2008ء میں جزوی طور پر تموینی ابتدائی زمروں میں آنے والے غیر ادا شدہ قرضے 2009ء کے دوران نقصان کی صورت اختیار کر گئے اور اس کے نتیجے میں مجموعی غیر ادا شدہ قرضوں میں نقصان کے زمرے کا حصہ بڑھ گیا۔

غیر ادا شدہ قرضوں کے بڑھتے ہوئے حجم کے ذمہ دار عوامل کچھ بھی ہوں انفیکشن کا بلند تناسب بینکوں کی مجموعی مالی کارکردگی کے لیے مضمرات کا حامل ہے۔ 2009ء کے دوران بینکوں نے قرضوں کے نقصانات کے اخراجات کی مد میں 97 ارب روپے ریکارڈ کیے جو 2008ء میں ریکارڈ کی جانے والی رقم 106.1 ارب روپے سے کم ہے۔ یہ معمولی کمی غیر ادا شدہ قرضوں کی نمو کی سست رفتاری سے مطابقت رکھتی ہے۔ تاہم یہ اخراجات بینکوں کی منافع آوری کے حوالے سے مضمرات رکھتے ہیں خصوصاً ایسی صورت میں جب واجب الادا غیر ادا شدہ قرضوں کی اکثریت (65.5 فیصد) مکمل تموین شدہ نقصان کے زمرے میں آتی ہو۔

بہرحال مجموعی غیر ادا شدہ قرضوں کے ابتدائی زمروں (او اے ایم، کم معیار اور مشکوک) کے اندر تناسب میں نمایاں کمی یہ ظاہر کرتی ہے کہ 2010ء میں تموینی شرائط کم ہوں گی جس کا بینکوں کی خالص آمدنی پر مثبت اثر مرتب ہوگا۔ 2009ء میں تموینی کوریج غیر ادا شدہ قرضوں کے 69.9 فیصد پر برقرار رکھی گئی بمقابلہ 2008ء کے، جب یہ 69.6 فیصد تھی، اور آخر جون 2010ء میں بڑھ کر 73.2 فیصد ہوگئی۔ چونکہ بینکوں نے اپنے اثاثہ جات کا جزدان وسیع کرنے میں سرمایہ کاری خصوصاً بے خطر حکومتی تمسکات میں سرمایہ کاری پر زیادہ توجہ مرکوز کی ہے اس لیے آئندہ تموینی شرائط میں زیادہ اضافہ ہونے کی توقع نہیں۔ تاہم بینکوں کو قرضوں کے جزدان کا معیار بہتر بنانے کے لیے کوششیں تیز کرنے کی ضرورت ہوگی اور اس مقصد کے لیے قرضوں کی وصولی کے امکانات پر نظر رکھنی ہوگی اور موجودہ کلاسیفائیڈ قرضوں کی تشکیل نو کرنی ہوگی۔

بینکاری نظام کے خالص غیر ادا شدہ قرضوں اور سرمائے کے تناسب کے بڑھنے سے بھی ادائیگی قرض کی صلاحیت کے حوالے سے خطرے میں اضافہ دکھائی دیتا ہے۔ مذکورہ تناسب بڑھ کر 20.4 فیصد ہوگیا جبکہ 2008ء میں 19.4 فیصد اور 2007ء میں صرف 5.6 فیصد تھا۔ تاہم آخر جون 2010ء تک اس تناسب میں کمی ہوئی اور یہ 17.2 فیصد پر آ گیا جو کسی قدر اطمینان کا باعث ہے۔

کم خطرہ بہ وزن اثاثوں خصوصاً حکومتی اثاثوں میں سرمایہ کاری کی بنا پر بینکوں کی غیر متوقع نقصانات برداشت کرنے کی صلاحیت مستحکم ہے۔ مرحلہ وار بنیاد پر کم از کم سرمائے کی شرائط کے نفاذ سے سرمائے کی اساس مسلسل بہتر ہو رہی ہے۔ 2009ء کے آخر میں بینکاری شعبے کی مجموعی خطرہ بہ وزن کفایت سرمایہ بڑھ کر 14.0 فیصد ہوگئی جبکہ کم از کم شرط 10.0 فیصد تھی۔ اس کا جزوی سبب یہ ہے کہ بینکوں کے جزدان کا توازن قرضوں سے سرمایہ کاریوں خصوصاً بے خطر حکومتی تمسکات میں سرمایہ کاریوں کے حق میں ہوگیا۔ مشکل ماحول کی بنا پر اسٹیٹ بینک کی مخالف گردشی پالیسی کا مقصد بینکوں کی منافع آوری اور کفایت سرمایہ پر دباؤ کم کرنا تھا جس کی عکاسی اکتوبر 2009ء میں ایف ایس وی قواعد میں رعایت میں اضافے اور کم از کم سرمائے کی شرائط میں تبدیلی (جو 2010ء سے مؤثر ہوئی) سے ہوتی ہے۔

عدم استحکام کے دباؤ کے جواب میں بحیثیت مجموعی بینکوں کی جانب سے لچک کا اظہار ہوتا ہے اور بینک وار اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ بعض چھوٹے بینک اپنے ماحول کار میں پیش آنے والے منفی واقعات سے نمٹ نہ پائے اور اب ان کی پوزیشن کمزور ہوتی جارہی ہے۔ کم از کم سرمائے کی موجودہ شرائط کے پیش نظر توقع ہے کہ یہ بینک اپنی بقا کی خاطر یا تو ضم ہو جائیں گے یا پھر میدان سے نکل ہی جائیں گے۔

غیر بینک مالی ادارے

اب مالی شعبے کے دیگر اجزا پر نگاہ ڈالیے۔ غیر بینک مالی اداروں میں فنڈنگ کے خطرے کا خوابیدہ عنصر جو 2008ء میں ان کی تجارتی بقا کے لیے بڑا خطرہ بن کر ابھرا تھا ابھی تک نظمی خطرے کا باعث بنا ہوا ہے۔ غیر بینک مالی ادارے اپنے اثاثوں کی فنڈنگ کے لیے زیادہ تر بینکوں پر انحصار کرتے ہیں اور 2008ء کی چوتھی سہ ماہی میں بینکاری شعبے کو درپیش سیالیت کے دباؤ کے بعد قرضے کے یہ وسیلے بند ہو گئے، اس حد تک کہ ان کا جاری کاروبار بھی مخدوش ہو گیا۔ غیر بینک مالی ادارے بینکاری شعبے سے مسابقت میں اپنا خاص مقام کھو چکے ہیں اور اگر اجارہ کمپنیوں، سرمایہ کاری مالکاری کمپنیوں، مضاربہ اداروں، مخاطرہ سرمایہ کمپنیوں کو کاروباری بقا چاہیے تو اپنے تجارتی ماڈل کو بدلنے پر غور کرنا ہوگا۔ میوچل فنڈ واحد ذیلی شعبہ ہے جس نے حالیہ برسوں میں مثبت نمو دکھائی ہے (تفصیلی جائزے کے لیے پانچواں باب دیکھئے)۔

شعبہ بیمہ

دوسری طرف شعبہ بیمہ اپنے چھوٹے حجم اور کم نفوذ کے باوجود معیشت کو ضروری مدد فراہم کر رہا ہے۔ یہ مالی شعبے کا واحد جز ہے جس کے تینوں دائروں یعنی حیاتی (اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن)، غیر حیاتی (نیشنل انشورنس کارپوریشن لمیٹڈ) اور نو بیمہ (پاکستان ری انشورنس کارپوریشن لمیٹڈ) شعبوں میں حکومت کی ملکیت کا غلبہ ہے (مفصل بحث کے لیے چھٹا باب دیکھئے)۔

ایس ایل آئی سی کی حیاتی بیمے کے کاروبار پر تقریباً اجارہ داری ہے تاہم یہ امر دلچسپ ہے کہ غیر حیاتی بیمے میں این آئی سی ایل کی موجودگی کے باوجود ارتکاز کی سطح بلند ہونے کے باوجود گر رہی ہے۔ کاروبار کا یہ ارتکاز اس شعبے کی صف اول کی پانچ اور دس کمپنیوں میں واضح طور پر نظر آتا ہے جبکہ 2009ء کے آخر میں کمپنیوں کی کل تعداد 34 تھی۔ یہ بات واضح ہے کہ غیر حیاتی شعبے میں چھوٹے چھوٹے ادارے متعدد ہیں جس سے منڈی کی قطعہ واریت کا اظہار ہوتا ہے۔

اگرچہ حکومت کی موجودگی ملک میں بیمے کے شعبے کے لیے ضروری تھی تاہم اسے بتدریج ختم کرنا چاہیے تاکہ منڈی کی قوتیں اپنا کام کر سکیں۔ نجی شعبے کی کمپنیوں کا دائرہ بڑھ سکے اور لوگوں میں بیمے کے متعلق نہ صرف خطرے سے تحفظ کے حوالے سے بلکہ منافع بخش بچت ہونے کے حوالے سے بھی آگاہی بڑھ سکے۔

مسابقت اور کارکردگی میں اضافے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وزارت تجارت اور ایس ای سی پی دونوں کے اس شعبے کے مشترکہ ضابطہ کار کی حیثیت سے تجویز کردہ اصلاحات مزید تاخیر کے بغیر نافذ کی جائیں جن میں اہم ترین اسٹیٹ لائف انشورنس کمپنی کی مجوزہ نجکاری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ مضبوطی اور لچک بڑھانے کے لیے یکجائی کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

مالی منڈیاں

مالی اداروں پر نظر ڈالنے کے بعد اس سیکشن میں مالی منڈیوں کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ عالمی مالی بحران کی ابتدا کے بعد عالمی مالی منڈیوں کی تغیر پذیری کے برخلاف پاکستان میں مالی منڈیاں مسلسل مضبوط ہوتی رہی ہیں جس کی بنیادی وجہ عالمی مالی منڈیوں سے ارتباط کی کمی اور اصلاحات کا جاری عمل ہے اور یہ منڈیاں مالی نظام کو اپنے مالی وساطت کے فریضے کی انجام دہی میں ضروری مدد فراہم کر رہی ہیں۔

مس10 میں مالی منڈی کی کارگزاری کو پالیسی اقدامات سے تقویت ملی اور اس نے اسٹیٹ بینک کے زری پالیسی موقف اور مالی شعبے کے استحکام میں معاونت کی۔ اگرچہ دوران سال بینکوں سے حکومت کی مسلسل بڑھتی ہوئی قرض گیری منڈی کی سیالیت پر وقتاً فوقتاً دباؤ ڈالتی رہی، تاہم امانتوں میں بھرپور نمو اور بینکوں کے خالص بیرونی اثاثے بڑھنے سے یہ دباؤ جزوی طور پر زائل ہو گیا۔ اس کے علاوہ اسٹیٹ بینک نے بھی بوقت ضرورت بازارِ زر کے سودوں اور بٹہ گری کے ذریعے منڈی کو سیالیت فراہم کی۔ اس کے نتیجے میں بازارِ زر کے شبینہ ریپو ریٹ مس10 کے بیشتر عرصے پالیسی موقف کے مطابق تبدیل ہوتے رہے۔

مس10 میں ملکی بازار مبادلہ کو بھی کارکنوں کی ترسیلات میں طاقتور نمو، بیرونی سرمایہ کاری رقوم، آئی ایم ایف سے اقساط کی وصولی اور بڑھتی ہوئی تجارتی سرگرمیوں کا فائدہ ہوا۔ نتیجتاً اختتام مس10 تک ملکی ذخائر کی مجموعی سطح 16.9 ارب ڈالر تک جا پہنچی۔ چنانچہ اسٹیٹ بینک بازار مبادلہ کو مزید آزادی دینے کے قابل ہوا۔ اس سلسلے میں سب سے اہم اقدام دسمبر مس10ء سے تیل کی ادائیگیوں کی بین البینک منڈی کو مکمل منتقلی ہے۔ پالیسی میں اس تبدیلی نے اسٹیٹ بینک کے ذخائر کی مزید نکاسی روکنے میں مدد دی۔ مزید حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ تیل کی ادائیگیوں کی منتقلی کے باوجود مس10ء کے دوران شرح مبادلہ نسبتاً مستحکم رہی جو بین البینک بازار مبادلہ کی بڑھتی ہوئی گہرائی کی عکاس ہے۔

سرمایہ منڈیوں کی اصلاحات کے تدریجی نفاذ کے پیش نظر ایکویٹی منڈی رقوم کے حصول کا ذریعہ نہ بن سکی اور زیادہ تر لین دین کے پلیٹ فارم کے طور پر کام کرتی رہی۔ چنانچہ اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ 2008ء میں جو نمایاں تغیر پذیری دیکھی گئی اور بعد میں بحالی کی تدریجی رفتار کا مالی استحکام پر زیادہ اثر نہیں ہوا کیونکہ معیشت کی مالکاری ضروریات کی تکمیل میں اس کا کردار محدود ہے اور مالی شعبے کا ڈھانچہ زیادہ تر بینکوں پر مشتمل ہے۔ تاکہ 'دولت کا اثر' نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ سینٹرل ڈپازٹری کمپنی میں سرمایہ کاروں کے کھاتوں میں سرمایہ کاریوں کی گرتی ہوئی قدر سے ظاہر ہوتا ہے۔

ساری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ مؤثر مالی نظام وہ ہوتا ہے جو متنوع ہو اور جس میں تمام اجزا معیشت کی مالکاری ضروریات کی تکمیل کے لیے فعال ہوں۔ پاکستان کی معیشت نہ صرف شعبہ بینکاری پر ضرورت سے زیادہ انحصار کرتی ہے بلکہ حکومت کا بینکوں کے قرضوں کے بڑے استعمال کنندہ کی حیثیت سے ابھرنے کا عمل بھی، اس وقت جبکہ معیشت بتدریج بحالی کی طرف گامزن ہے، نجی شعبے کے لیے قرضوں کی گنجائش ختم کر رہا ہے۔

دریں حالات بینکوں کے لیے یہ قابل فہم ہے کہ وہ مختصر مدت میں اپنے منافع کو بڑھانے اور خطرات کو کم سے کم کرنے کی غرض سے اپنے قرضے اور سرمایہ کاری کا جزدان سرکاری شعبے کے حق میں تشکیل دیں لیکن طویل مدتی حکمت عملی کا تقاضا ہے کہ ان کے جزدان کی تشکیل نجی شعبے کے حق میں ہو کیونکہ نمو اور پیداواریت کا اصل محرک وہی ہے۔

فی الوقت صورتحال یہ ہے کہ نجی شعبے کو بینکوں کے قرضوں کی دستیابی میں رکاوٹیں ہیں اور مالی وساطت کا بنیادی مقصد یعنی وسائل کا مؤثر طور پر مختص ہونا پورا نہیں ہو رہا۔ اگر اس رجحان کو ترجیحی بنیاد پر روکا نہ گیا تو مالی نفوذ اور گہرائی پر، جو پہلے ہی کم ہے، منفی اثر پڑے گا (**جدول 2**)۔

جدول 2: مالی گہرائی کے اظہاریے

فیصد

اظہاریے (آخر جون)	م س00ء	م س01ء	م س02ء	م س03ء	م س04ء	م س05ء	م س06ء	م س07ء	م س08ء	م س09ء	م س10ء	م س11**
زر اور جی ڈی پی کا تناسب	36.6	36.2	39.6	42.6	44.1	45.6	45.0	46.7	44.8	40.3	39.4	40.1
ضارب زر	2.8	2.9	3.0	3.1	3.2	3.3	3.4	3.4	3.2	3.4	3.4	3.2
کرنسی اور مجموعی امانتوں کا تناسب	34.3	32.9	33.0	31.3	30.3	29.0	27.7	26.1	26.5	28.9	28.9	32.3
کرنسی اور زر2 کا تناسب	25.4	24.6	24.6	23.8	23.2	22.4	21.7	20.7	20.9	22.4	22.4	24.4
کرنسی اور جی ڈی پی کا تناسب	9.3	9	9.9	10.3	10.2	10.1	9.6	9.6	9.4	9.0	8.8	9.8
ن ش ق اور زر2 کا تناسب☆	49.5	49.2	45.6	46.7	51.2	57.7	61.9	61.0	61.6	56.6	52.3	51.3
ن ش ق اور جی ڈی پی کا تناسب*	18.1	17.8	18	19.9	22.6	26.3	27.8	28.5	27.6	22.8	20.6	20.6

*ن ش ق = نجی شعبے کا قرضہ

**29 اکتوبر 2010ء تک

ماخذ: بینک دولت پاکستان